اخلاص دولت سے زیادہ قیمتی ہے

(فرمودہ ۱۴- دسمبر ۱۹۵۳ء)

۱۴ دسمبر ۱۹۵۳ء بروز سوموار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بعد نماز عصر مسجد مبارک میں مرزا محمد ادریس صاحب سابق مبلغ بورنیو کا نکاح امۃ العزیز صاحبہ بنت محترم حافظ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب آف بورنیو سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

گلے کی تکلیف کے باعث میں کوئی تقریر تو نہیں کر سکتا تھا لیکن اس نکاح کے متعلق میں کچھ کہنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ چند سال سے مجھے اطلاعات ملتی رہی ہیں کہ لوگ واقف زندگی کو اس لئے لڑکیاں دینے سے گریز کرتے ہیں کہ بوجہ وقف زندگی انہیں تنگی سے گزارہ کرنا پڑے گا یا یہ کہ وہ بھوکی مریں گی۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے اور بیان کرنے والوں کو غلط فہمی نہیں ہوئی تو میں کہوں گا کہ جس شخص نے اس قسم کے خیال کا اظہار کیا ہے وہ عقل و خرد سے بالکل عاری ہے کیونکہ دولت روپے ہی کا نام نہیں بلکہ اس قابلیت اور اس چیز کا نام ہے جس کی کسی نہ کسی منڈی میں قیمت پڑے مثلاً اگر کسی کے پاس دو تین من افیون ہو تو اگرچہ جو لوگ اسے استعمال نہیں کرتے انکے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہ ہو مگر سکھوں کے علاقہ میں یا ایسے لوگوں کے نزدیک جو اسے استعمال کرتے ہیں یہ لاکھوں روپے کی چیز ہے اس طرح بھنگ چرس اور شراب وغیرہ ہیں۔ شراب کے مٹکے اگر مسلمانوں کے محلہ میں کسی کے پاس ہوں گے تو لوگ اسے یہی مشورہ دیں گے کہ اسے پھینک دے شاید کوئی منچلا ہمسایہ ایسا بھی نکل آئے جو خود ہی جا کر ان

مٹکوں کو پھوڑ دے۔ لیکن امریکنوں اور انگریزوں کے نزدیک وہی شراب ایک قیمتی چیز ہے اسی لئے علم اقتصادیات کے ماہرین نے دولت (Wealth) اور روپیہ (Money) میں فرق کیا ہے۔ چنانچہ یورپین لوگ عموماً کہا کرتے ہیں کہ ہندوستان ایک دولت مند ملک ہے۔ لیکن کئی ہندوستانی یہ دیکھ کر کہ اس ملک کے باشندے بوجہ غربت بھوکے مرتے ہیں خیال کرتے ہیں کہ یہ غلط بیانی ہے حالانکہ دولت مندی کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس ملک کی سرزمین میں اس قدر معدنی اور زرعی دولت مخفی ہے کہ اگر پورے طور پر اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو دنیا کی بہت سی منڈیوں میں اس کی مانگ ہو۔

دنیا میں بڑے بڑے ادیب اور فلاسفر گزرے ہیں کہ جو روپے کے لحاظ سے بے شک غریب تھے مگر ان کے پاس وہ چیز تھی جس کے اس زمانہ کے امراء اور ملوک تک خریدار تھے۔ یونان میں ایک فلسفی دیو جانس [۲] نامی گزرا ہے وہ جہاں رہتا تھا اس کے قریب سے ایک دفعہ سکندر اعظم [۳] کا گزر ہوا تو سکندر بھی اس کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ دیو جانس اس وقت دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ اس کا خیال تھا اور یہ خیال آج کل کی جدید تحقیقات نے درست قرار دیا ہے کہ سورج کی شعاعیں جسم انسانی کے لئے بہت مفید ہیں۔ سکندر نے کہا کہ اگر اسے کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ خدمت کے لئے حاضر ہے۔ دیو جانس نے صرف اس قدر کہا کہ آپ نے دھوپ سے مجھے اوٹ میں لے لیا ہے۔ اس لئے دھوپ چھوڑ دیں۔ دیو جانس کے نزدیک دھوپ جسے عموماً معمولی سی چیز خیال کیا جاتا ہے ایسی قیمتی چیز تھی کہ اس کے مقابلہ میں سکندر کی خدمت کی پیشکش بے قیمت تھی۔ بہرحال باوجود غربت کے دیو جانس کے پاس وہ چیز تھی جس کی سکندر کے دل میں بھی قدر تھی۔ اسی طرح ہارون رشید کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے دو لڑکے ایک ادیب کے پاس جو ظاہری مال و دولت کے لحاظ سے کچھ بھی نہ تھا تعلیم کے لئے بھیجے۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ جب استاد نے اپنا جوتا اتارا تو جوتا سنبھالنے کے لئے دونوں شہزادے ایک دوسرے سے لڑ پڑے اس پر ہارون رشید نے اسے کہا کہ تو ایسا شخص ہے جو مر نہیں سکتا۔ تجھ میں وہ چیز ہے جو موت کے بعد بھی تجھے زندہ رکھے گی۔

کیا ظاہری مال و دولت کے لحاظ سے حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح ناصری علیہما السلام اور حضرت رسول کریم ﷺ دولت مند تھے؟ ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی یہ حالت تھی کہ فرمایا کہ ہوا کے پرندوں کے لئے گھونسلے ہیں مگر ابن آدم کے لئے کوئی پناہ کی جگہ

نہیں۔ عام حالت ایسی تھی کہ بعض اوقات کسی شاگرد کے ہاں سے کھانا طلب فرمالیتے لیکن اس کے باوجود ان کے پاس وہ چیز تھی جس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر تھی یہاں تک کہ بعض دولت مند عورتیں نہایت قیمتی عطر کثرت سے ان کے پاؤں پر ملتیں اور اپنے سر کے بالوں سے ان کے پاؤں کو خشک کرتیں۔ اسی طرح حضرت رسول کریم ﷺ نہایت غربت کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے مگر عرب کا کوئی معزز قبیلہ نہ تھا جس کی لڑکی حضور کے گھر میں نہ ہو اور وہ لوگ اس بات پر فخر کرتے تھے۔ اسی طرح حضور کے ایک صحابی تھے جو کسی پیدائشی نقص کی وجہ سے نہایت ہی بد شکل تھے اور نہایت درجہ غریب بھی۔ جسم اور کپڑے خاک آلود تھے اسی حالت میں پسینہ سے لبریز وہ بازار میں کسی کی کوئی چیز بیچ رہے تھے مگر اس صحابی میں کوئی چیز تھی جس کی حضور کے دل میں قیمت تھی اسی حالت میں جب کہ خود انہیں اپنے آپ سے گھن آرہی تھی حضور پیچھے سے تشریف لائے اور جس طرح بچوں سے کھیلتے ہیں اپنے ہاتھوں سے ان کی آنکھیں بند کرلیں۔ انہوں نے ٹٹول کر معلوم کرلیا کہ یہ حضور کے ہی ہاتھ ہیں کیونکہ حضور کے جسم پر بال بالکل ہی نہ تھے یا بہت کم تھے اور جسم بھی نہایت درجہ ملائم تھا اس پر وہ بھی محبت سے اپنا جسم حضور کے جسم سے رگڑنے لگے۔ جس سے حضور کا جسم اور کپڑے بھی میلے ہونے لگے مگر حضور نے ذرہ بھر برا نہ منایا۔ حضور نے ان پر ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ میرا غلام ہے کوئی ہے جو اسے خریدے۔ اس پر ان کا دل بھر آیا اور حضور سے کہا میرے آقا یہ تو ایک بے نفع اور بے قیمت چیز ہے اسے کون خریدے گا؟ حضور نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کے نزدیک اس کی بہت قیمت ہے۔ [۴]

جو لوگ مالی تنگی کی وجہ سے دین کے خادموں کی کم قیمت لگاتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیا وہ چیز تو قیمتی ہے جس کے امریکن یا سکھ اور ہندو خریدار ہوں مگر اس چیز کی کوئی قیمت نہیں جس کا خود اللہ تعالیٰ خریدار ہے۔

ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب میں یہ خوبی ہے اور یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں وہ چیز نظر آگئی جو دوسروں کو نظر نہیں آتی۔ انہوں نے اپنی پہلی لڑکی بھی ایک خادم دین کو دی تھی یعنی صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی۔ اگرچہ وہ ڈاکٹر ہیں اور ہزاروں روپیہ ماہوار کماتے ہیں مگر وہ اپنی لڑکی ایک واقف زندگی کو دے رہے ہیں کیونکہ اس میں انہیں وہ چیز نظر آتی ہے جو انہیں اپنے آپ میں نظر نہیں آتی۔ میں نے خوش قسمتی اس لئے کہا ہے کہ کئی لوگ باوجود خادم دین

کی قدر و قیمت پہچاننے کے پھر بھی عمل کی توفیق نہیں پاتے۔

اب میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس شادی کو طرفین کے لئے بابرکت کرے۔

(المصلح یکم جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۴)

۱ مجلس نکاح میں کوئی زود نویس موجود نہیں تھا اس لئے خطبہ حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ نے اپنے الفاظ میں تحریر فرمایا فجزاہ اللہ احسن الجزاء

۲ DIOGENES (412- 323 B.C.)

Greek Philosopher of The Cymic Sect Who praised self sufficiency and despised Social Convetions

۳ ALEXANDER iii THE Great (356- 323 B.C.)

۴ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ زیر عنوان زاھر بن حرام مطبوعہ بیروت لبنان ۱۹۷۷ء